شہیدِ ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

(دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں)

(از۔ م۔ ش)

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ ایک دھڑتے دار انسان تھے۔ اپنے دوستوں کا بھرپور ساتھ دیتے تھے۔ اور مخالفین کا دُور دُور تک تعاقب کرتے تھے دینی معاملات ہوں یا سیاسی وہ جس دھڑے میں شامل ہوتے تھے اس کیلئے وہ مدافعت کی چٹان بن جاتے تھے اور جس دھڑے کو شومئ قسمت سے ان کا مدِ مقابل ہونے کا حوصلہ ہوتا تھا۔ اس کے بخیئے ادھیڑنے میں وہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ اِس بنا پر علامہ مرحوم ایک بہت بڑی متحرک اور فعال شخصیت کے سانچے میں ڈھل گئے تھے۔

ان کی آواز میں شیر کی گرج اور سمندر کا طغیان ہوتا تھا۔ وہ جب تقریر کےلیے کھڑے ہوتے تھے تو الفاظ قطار درقطار باندھ کر ان کے سامنے کمربستہ ہو جاتے تھے اور برجستگی، بے ساختگی اور بے باکی سے اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہوئے مجمع کو جب چاہتے رلا سکتے اور جب چاہتے زعفران زار بنا سکتے تھے تقریر کرتے وقت وہ مصلحتوں کی زنجیروں کو توڑ کر پرے پھینک دیا کرتے تھے اور ان کے خطابت کے طوفان میں بڑے بڑے حاکم اور عہدیدار خس و خاشاک کی طرح بہ جاتے تھے۔

ان کی سیاسیات میں جمہوریت سے والہانہ وابستگی ان کی مختصر سی زندگی کا سب سے زیادہ قابلِ فخر پہلو تھا۔ انہوں نے ہر قسم کی ڈکٹیٹر شپ کے خلاف اپنی زبان اور قلم سے ہمیشہ بھرپور جہاد کیا۔ اور اس بنا پر حکمرانوں کے عتاب کا

نشانہ بھی بنے لیکن انہوں نے جمہوریت کو اسلام کے سیاسی نظام کی اساس سمجھتے ہوئے کسی بھی جمہوریت کو اسلام کے سیاسی نظام کی اساس سمجھتے ہوئے کبھی بھی جمہوریت کی پاسبانی سے گریز نہ کیا۔

ان کی موت جن المناک حالات میں واقع ہوئی وہ بجائے خود معاشرے کے لیے ایک اہم چیلنج کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایک شاداب شخصیت، ایک علم و عمل کی شمع، ایک لہلہاتا ہوا خوشبودار پھول یکایک ایک خوفناک سازش کا شکار ہو کر مسلا گیا۔ یہ ایک ایسا چیلنج ہے جسے حکومت کی مشینری کو اپنے تمام ذرائع کے ساتھ پوری ذمہ داری سے قبول کرنا چاہیے اور اس وقت تک چین سے بیٹھنا نہیں چاہیئے۔ جب تک کہ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا نہ دیا جائے۔

ایک لحاظ سے علامہ مرحوم کی موت قابلِ رشک ہے۔ انہیں مرنے کے بعد یوم حشر برپا ہونے تک جو جگہ نصیب ہوئی ہے۔ اس کی آرزو کس کس نے نہیں کی۔ مشیت ایزدی نے انہیں پاکبازانِ امت کے پہلو بہ پہلو ابدی نیند کی راحتوں اور نعمتوں سے بہرہ یاب ہونے کے لیے چن لیا ہے۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

بقیہ: نقوش احسان

کے ورثہ کا محافظ اور امین تا حیات رہے جا حتی مزاج کی نشیب و فراز میں چلتے رہے۔

بالآخر حقائق کی روشنی میں نئی جمعیت کی راہ ہموار کی ۱۹۸۳ء میں ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۸۔ اپریل ۱۹۸۶ء تا ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو سیاسی سفر کا آغاز کیا۔ سیاسی جماعتوں کے تشخص میں اپنا مقام پیدا کیا۔ کم عمری میں روشن دماغی کی زندہ مثال قائم کی۔

قول و فعل۔

علامہ احسان نے اپنی زندگی کا آغاز قرآن و حدیث کی بنیاد پر رکھا۔ اسی پر قائم و دائم رہے۔ ان کے دین کی مصلحت بھی قرآن و حدیث تھا ●